ACADEMIA International Journal for Social Sciences
Volume 5, Issue 3, 2026 ISSN-L (Online): 3006-6638

ثروت حسین کی شعری جمالیات اور فکری جہات

Muhamad Hammad Niazi
hammadniazi1984@gmail.com
Lecturer Government Islamia College Railway road Lahore, Pakistan

Corresponding Author: Muhamad Hammad Niazi hammadniazi1984@gmail.com

Received: 29-01-2026 **Revised:** 13-02-2026 **Accepted:** 27-02-2026 **Published:** 12-03-2026

ملخص:

ثروت حسین انیس سو ستر کی دہائی میں ابھرنے والے ایک صاحب طرز شاعر ہیں ۔ثروت نے اردونظم و غزل کو ایک نئے مزاج سے روشناس کروایا۔ ثروت کے موضوعات اور شعری آہنگ دونوں میں انفرادیت دیکھی جا سکتی ہے۔ وقت ثروت کی شاعری میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔زیر نظر تحقیق میں ثروت کی شاعری کے اسلوب نگارش، علامتی طرز بیان اورجداگانہ طرز احساس سمیت متعدد شعری جہات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ثروت حسین کی شعری فضا پراسرار اور طلسماتی ہے۔ اس کے یہاں عینیت پسندی کا رجحان بھی ملتا ہے۔ اس تحقیق میں ثروت کی نظموں کا عالمی شہرت یافتہ شعرا کے منظومات سے موازنہ بھی کیا گیا ہے۔

ABSTRACT

Sarwat Hussain emerged in the 1970s as a trend setting voice in Urdu poetry. His poetry reflects a strong sense of individuality, which is visible in his choice of themes as well as in the rhythm and cadence of his verse. The concept of time plays a significant role in his poetic expression and becomes a central element in shaping his ideas and imagery. His distinctive mode of perception, refined linguistic style and rich use of symbolism enhance the literary value of his work. This article also presents a comparative analysis of Sarwat Hussain's poetry with that of renowned poets of world, highlighting the uniqueness of his poetic voice and the universal relevance of his themes.

Keywords: *Urdu poetry, Symbolism, Idealism, imagery, mortality.*

راں بو نے اپنے دو خطوں میں جو اس نے پال ویری کو لکھے تھے ایک نظریہ پیش کیا تھا کہ شاعر کو عارف بھی ہونا چاہیے ، اس میں یہ اہلیت ہو کہ وہ ہر چیز کی تہہ تک دیکھ سکے اور مستقبل کا نظارہ بھی کر سکے۔ اس کا خاص فریضہ یہ ہے کہ اپنے اندر جو ماورائے عقل قوتیں موجود ہیں ان کی مددسے عالم ِموجود کی خارجی حقیقتو ں کا نقاب چاک کر دے اور اس پر دے کے پیچھے جو ادبی روشنی اور نور ہے اس کے شعور تک پہنچ جائے ۔ثرو ت حسین ایک ایسا ہی عارف شاعر تھا جو بیرونی حقائق کو اپنی داخلی ماورائے عقل قوتوں کے زیر اثر لا کر ان کی حقیقتوں کو مستقبل کے کینوس پر پینٹ کرنے کی دُھن میں گم نظر آتا ہے۔

شاعری کے معنی محض لفظی ہی نہیں بلکہ جمالیاتی بھی ہوتے ہیں جن میں ہیئت کے ساتھ ساتھ ادائیگی ِحسن کو بھی بڑا دخل ہے ۔ جہاں ہیئت کا معنی خیز ہونا ضروری ہے وہاں موضوع اور جذبے کی اہمیت بھی بہت زیادہ ہے۔ ان تینوں کا اگر ایک لطیف امتزج وقوع پذیر نہ ہو تو فن پارے کا علمی تحقیقی سطح پر تجزیہ کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے اور علامتی کیفیت کا احساس ہی نہیں ہو سکتا ۔ثروت حسین کی شاعری خصوصاً نظموں میں ہمیں ان تینوں چیزوں کا امتزاج بڑی خوبصورتی کے ساتھ نظر آتا ہے۔

کوہ یارا ، کوہ یارا،دیکھ پچھم کے کنارے ،چیختے رنگونکا دھارا،دور پیچھے ،لہلہاتی پستیوں سے ، دیکھتا ہے گھر تمھارا(۱)

ثروت کی نظموں میں ایک بڑا مضبوط تاثر یہ ملتا ہے کہ شاعر اپنے زمانے کے ساتھ مکالمہ کرتے ہوئے نظر آتا ہے۔ یہ مکالمہ اس کی شاعری میں تہذیبی نفسیات ،ماحول اور تاریخی روایات سے استفادہ کرتے ہوئے دکھائی دیتا ہے ۔یہ استفادہ اسے اپنی ذات کا شعور عطا کرتا ہے جیسا کہ ناصر عباس نیئر اپنے مقالے ''تانیثیت اور جدید اردونظم'' میں لکھتے ہیں کہ:

'' ذات آدمی کو از خود نہیں ملتی اسے حاصل کرنا پڑتا ہے اور اس کا حصول بھی ایک پیکج کی صورت میں نہیں ہوتا بتدریج اور مسلسل ہوتا ہے ۔ ذات کا حصول مکالمے پر منحصر ہے اور مکالمہ دوسروں سے ہوتا ہے دوسروں میں آدمی کا باطن ،سماج ،لوگ ، نوعِ خدا کائنات سب شامل ہیں۔'' (۲)

ثروت کے ہاں آئندگان کو گزشتگان کے ساتھ ایسے ہم آمیز کیا گیا ہے کہ یہ معلوم کرنا دشوار لگتا ہے کہ اس کا روئے سخن کس کی طرف ہے ۔ہر بات کو پردے میں رکھنے کا تاثر بڑی شدت کے ساتھ دکھائی دیتا ہے۔ اس کی نظموں میں جو طلسماتی کیفیات سے

ایک دنیا مزید نظر آتی ہے اس کا اظہار اسی رمز والہام میں ممکن تھا ۔اور یہی اس کی نظموں کی ایک بڑی خاصیت ہے۔ موجودہ دور میں کئی شاعر اس نقطۂ نظر کی اپنی اپنی بساط کے مطابق شرح کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔نئے تلازمات ،طلسماتی ماحول اور حیرانی کی کیفیات کا مجموعی تاثر قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ یہ طلسماتی فضا ہمیں فارسی شاعری میں حافظ کے ہاں ملتی ہے۔ اور اس کے بعد اردو میں اقبال سے ہوتے ہوئے منیر اور ثروت کے ہاں ا س طلسماتی فضا نے ایک نیا رنگ اختیارکیاہے جس کا اثر متعدد موجودہ شاعروں کے کلام میں بھی نظر آتا ہے۔

ثروت حسین جس کلچر کانمائندہ بن کر قاری کے سامنے آتا ہے اس کی فضا پر اسرار اور طلسماتی ہے۔ جس طرح صحرا میں رات اور دن کی حدود بہت صاف نظر آتی ہیں اسی طرح وہاں خیر اور شر بھی الگ الگ سمتوں میں دکھائی دیتے ہیں۔ پریاں ،فرشتے ، پُر اسرار علاقے، قدیم عمارات، تعویذ ،دیو مالائی حکایات ، مجسمے اور طلسم اسی کلچر کی نمائندگی کرتے ہیں ۔ اس کلچر کے افراد رات کی گہری تاریکی سے لڑتے ہوئے نظر آتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ روشنی آئے تا کہ تاریکی کا عفریت کچلا جائے ۔ثروت کی شاعری اسی کلچر کی نمائندگی کرتی ہے۔

پانی کا اک پھول ،شہزادے کے پاس

شہزادے کے پاس، ایک عجیب طلسم

ایک عجیب طلسم ،شہزادے کا جسم

شہزادے کا جسم ،سب سے پہلا اسم(۳)

زمیں کا آہنگ ،دھوپ، دریا ، سفید گھوڑے کی ہنہناہٹ

غروب ہوتے ہوئے پرندے، گلاب کا آتشیں پیالہ

مجسمے کا طویل سایہ، حکایتوں کے مہیب جنگل میں

ڈھول گیتوں کا تازیانہ، علامتوں کا سیاہ پانی

اترنے والوں کی حیرتوں میں قدیم سورج کے پھول پتے(۴)

ثروت اپنے خوابوں اور آدرشوں سے محبت کرنے والا شاعر تھا اور شاید یہی وجہ تھی کہ اس کی شاعری میں طلسماتی استعارے اور معاشرے کی عکاسی میں اس کا اپنا مخصوص رنگ بڑا واضح نظر آتا ہے عینیت پسندی کا رجحان جو ہمیں اس کے چند ہم عصر شعرا میں نظر آتا ہے وہ ثروت کے ہاں بھی موجودہے مگر یہ تاثر اس کے خوابوں کے طلسم سے ہرجگہ ہارتا ہوا نظر آتا ہے ۔ثروت کی شاعری کی فضا کو سمجھنا ایک ایسے شخص کے لیے جو حیرت اور پرکیف کیفیتوں میں رہنے والا ہو ایک انعام سے کم نہیں۔ ایک سطر سے دوسری سطر تک سفر کبھی کبھی ایک جہان سے دوسرے جہان تک کے سفر میں ڈھلتا ہوا نظر آتا ہے۔

سورج نے گھور کے دیکھا

پتوں نے شور کیا

ہوا نے بڑھ کر جھرنے کے گیتوں کو سمیٹ لیا

ہریالی میں اُگے ہوئے تاروں نے مجھ سے بات نہ کی

میں لوٹ آیا(۵)

ثروت کی فضا جس طلسمی کیفیت کے زیر اثر ملتی ہے ایسی ہی کیفیت ہمیں معروف فلسطینی شاعر محمود درویش کی کتاب "احد عشر کوکبا" (''گیارہ سیارے'') جو کہ ۱۹۹۲ میں شائع ہوئی ،میں بھی کہیں کہیں ملتی ہے۔ اس کتاب میں بھی قدیم اور جدید لوگوں کی آوازوں کی بازگشت بیک وقت سنائی دیتی ہے ۔محمود درویش اپنی اس کتاب میں جو تلمیحات استعمال کرتا ہے، وہ اس سے آفاقی آواز کی تخلیق کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ثروت اس آواز کی تخلیق کی کوشش نہیں کرتا وہ خود بخود ابھر تی ہے۔ جس طرح محمودد رویش اپنی نظموں میں ایک ہی وقت میں زمینی حقائق، عورت ،جنس اور غم کو جمالیاتی تصاویر میں پیوست

کر کے دکھاتا ہے، اسی طرح ثروت نے بھی بقول غلام حسین ساجد: ''اپنی شاعری کے نظر نامے کو اپنی دھرتی کی کوکھ سے جنم لینے والے مظاہراور مناظر کی مدد سے پروان چڑھایا ہے ''(۶)

آپ محمود درویش کی نظم ''گھوڑا نظم پر سے گیا'' اور ثروت کی نظم ''گھوڑے کی موت'' کو جہاں ایک ساتھ رکھ سکتے ہیں وہیں ثروت کی نظموں ''اتنے بہت سے رنگ'' ''پکا سو کے مسخرے'' ایک پل بنایا جا رہا ہے''اور محمود درویش کی نظم وہ شام کو بالکل اکیلی ہے'' کا مطالعہ کر کے عورت کی پرکشش شخصیت کو دو الگ الگ پیرایوں میں بھی دیکھ سکتے ہیں۔

'' سپردگی بچپن ہے اور بچپن بہشت

لیکن بہشت تک پہنچنے کے لیے ایک جہنم سے گزرنا پڑتا ہے

میں پوچھتا ہوں جہنم کیا ہے؟

وہ کہتے ہیں اس سوال کا جواب درختوں کے پاس ہے

کوئی بھی موسم ہو وہ اپنی جگہ نہیں چھوڑتے

انھیں مٹی سے محبت ہے

انھیں پرندو ں اور چیونٹیوں سے محبت ہے

جو ان کے جسم میں گھر بناتی ہیں

گھر کیا ہے ؟ میں پوچھتا ہوں

وہ سب ہنسنے لگتے ہیں

پہلا مزدور کہتا ہے

اپنی عورت کی طرف جاؤ

ہر سوال کا جواب مل جائے گا(۷)

رنگے ہوئے چہرے اور بے ہنگم لباس کے پیچھے

ایک آدمی ہے جو رونا چاہتا ہے

لڑنا چاہتاہے

عورت کے ساتھ سونا چاہتا ہے

زندہ رہنا چاہتا ہے ،مرنا چاہتا ہے(۸)

زمینی استعارات کی ایک وسیع دُنیا ہمیں ثروت کی شاعری میں نظر آتی ہے۔وہ ان کی مدد سے اپنی اس دنیا کی تفسیریں پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے جہاں جذبات ، تصورات ، خیالات ،جمالیات اور کیفیات ساتھ ساتھ سفر نظر آتے ہیں ۔ وہ ان کے جیتے جاگتے مجسمے الفاظ کی صورت میں ہمارے سامنے لا کے رکھتا ہے جن کے وجود سے ہماری عقلی دنیا اکثر اوقات بے خبر ہوتی ہے۔ جہاں کہیں تجریدیت سے کام لیتا ہے وہاں اسے جذبے کے ساتھ منسلک کر کے تخلیق میں ڈھالتا ہے۔

''پیپر ویٹ

ایک سیارہ ہے

جس میں لوگ رہتے بستے ہیں

لیکن پیپر ویٹ ان سب باتوں سے بے خبر ہے

اسے تو صرف

شاعرکی آنکھ نے زندگی دی

اور ماردیا (۹)

ادب میں ماحول سے رابطہ قائم رکھنے کا عمل بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ ہماری اردگرد کی زندگی جہاں سے ہماری داخلی کیفیات کے سرچشمے پھوٹتے ہیں ان کو جذبے کی فراوانی سے منسلک کرنا اور پھر اس خوبصورت انداز میں پیش کرنا کہ قاری ایک طلسماتی تحیّر میں رقص کرتا ہوا نظرآئے ایک بڑے فن پارے کی نشاندہی ہوتی ہے ۔مزید یہ کہ مشاہدہ جذبہ اور ہیئت کے ساتھ ذاتی واردات کا انسلاک کسی بھی فن پارے میں اثر پذیری کا ضامن بنتا ہے۔ ثروت کی نظموں کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ اردگرد کی زندگی کو اس زندگی میں جاکر دیکھتا ہے، اسے اپنے قلبی میلانات اور احساسات کے ساتھ منسلک کرتا ہے اور پھر نظم میں ڈھالتا ہے۔

’’ سلاخوں سے ادھر ،کچھ درخت، ایک سڑک ، کتے کی زنجیر تھامے ایک آدمی،

اور ایک ڈور، جس پر رنگ برنگے کپڑے سوکھ رہے ہیں

جسموں کے بغیر یہ کپڑے، بچوں کے بغیر یہ میدان

محبت کے بغیر یہ راستے

دنیا کتنی چھوٹی نظر آتی ہے‘‘(۱۰)

سورج دیکھنے والی آنکھ

محنت کرنے والے ہاتھ

گیلے تختے ،جلتے پیر

اچھے لوگو !صبح بخیر(۱۱)

کچھ نظموں میں معاشرتی کرب اور شاعر کا ذاتی تخلیقی کرب دونوں اس طرح ساتھ ساتھ دکھائی دیتے ہیں کہ ہمیں اپنے شعور کو کسی ایک رخ کی طرف مائل کرنا مشکل ہو جاتا ہے مثلاً ثروت کی نظم ’’ ایک انسان کی موت‘‘ کا بغور مطالعہ کریں تو آپ اس نظم کو جہاں سقوطِ مشرقی پاکستان کے تناظر میں دیکھ سکتے ہیں اور تقسیم کے منظر کو درد کی کیفیت میں ڈھلتا ہوا محسوس کر سکتے ہیں وہاں شاعر کی ذاتی واردات کے تناظر میں بھی دیکھ سکتے ہیں (ثروت کو ٹرین کے پہلے حادثے میں اپنے دونوں پاؤں کٹوانے پڑے تھے)یوں آپ شاعر کے ذاتی کرب کو معاشرتی کرب اور المیے میں تبدیل ہوا پاتے ہیں اور نظم کے امکانات میں وسعت دکھائی دینے لگتی ہے اور یہ وسعت اثر پذیری کا دامن بھی نہیں چھوڑتی۔اسی فضا میں کئی نظمیں کیفیت ،روحانیت ، اور امیجری کے اس خوب صورت امتزاج سے پیش کی گئی ہیں کہ قاری تمکنت کی انتہا کو چھوتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ مثلاً ثروت کی نظم ’’ یہاں تک کہ شام ہو جاتی ہے ‘‘ میں ثروت کی امیجری اور جذبہ کی فراوانی دیکھیے جو ہمیں تاثر قائم کرنے پر مجبور کرتی ہے اس کی بوطیقا واقعی تحیّر اور جذبے کی شدت سے ترتیب پاتی ہے۔

’’پرندوں اور بادلوں سے خالی آسمان کے نیچے کسی دور دراز اسٹیشن کے برآمدے میں

ریت بھر ی بالٹیاں اور ایک بھاری زنجیر

جنگلے کو تھام کر پھیلتی ہوئی بیلیں ،رکی ہوئی مال گاڑی کے پہیے

اور پتھروں کی ابدی خاموشی میں قریب آتی ہوئی یاد

کبھی کبھی چمکنے والی بجلی کی چکا چوند میں آبائی مکان کی جھلک

جہاں کیاریوں کے پاس ایک بیلچہ بارشوں میں بھیگ رہا ہے

کوئی ہمارانام لے کر پکارتا ہے، کیا وہ لڑکی اب بھی کسی کھڑکی پر کہنیاں لٹکائے

ہمیں اداسیوں کے سر سراتے جھنڈسے گزرتے دیکھ سکتی ہے

یہاں تک کہ شام ہو جاتی ہے۔۔''(۱۲)

ثروت کی نظموں کی ایک اوربڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان نظموں کے خوب صورت اور دلآویز حصے اپنی اپنی جگہ الگ الگ نظموں کی حیثیت رکھتے ہیں۔آپ انھیں الگ الگ کرکے بھی دکھا سکتے ہیں اور الگ کرنے کے باوجود ان کے معانی و تفہیم نظم ''کل'' کے تابع رہتے ہیں اور یہ چیز نظم کی لطافت کو قائم رکھتی ہے ۔ نظم میں یہ خصوصیت نظم کےناصرف امکانات بلکہ اس کی تخلیقیت میں مضبوطی کی بھی ضامن بنتی ہے۔

ثروت کی نظموں کے بعض ٹکڑے دیکھیے!

''ایک آدمی ہے جو رونا چاہتا ہے ۔لڑنا چاہتا ہے۔عورت کے ساتھ سونا چاہتا ہے

زندہ رہنا چاہتا ہے۔مرنا چاہتا ہے۔مگر رنگ ماسٹر کے اشارے کے بغیر

وہ مربھی نہیں سکتے''(۱۳)

''مجھے اس زمین پر چلتے ہوئے اٹھائیس برس ہو گئے

باپ ، ماں، بہنوں ،بھائیوں اور محبوباؤں کے درمیان ۔انسانوں کے درمیان۔

میں نے دیکھا۔تعریفوں، تعارفوں اور تعزیتوں کے لیے

ان کے پاس لرزتے ہوئے ہونٹ ہیں ۔ڈبڈبائی ہوئی آنکھیں ہیں

گرم ہتھیلیاں ہیں انھیں کسی ابلاغ کی ضرورت نہیں'' (۱۴)

'' روئے زمین پر دریا سے زیادہ محبت کرنے والا کوئی نہیں

دریا اپنے سمندر کی طرف بہتا رہتا ہے

یہ سپردگی ہے

سپردگی بچپن ہے اور بچپن بہشت ''(۱۵)

ادب میں ارتقا کو اگر صرف عقلی حدود کا پابند کر دیا جائے تو وہ انسان کے داخلی ، خصوصاً روحانی رجحانات کی جو انسان کے ساتھ روزِ ازل سے منسلک ہیں ،آئینہ داری نہیں کر سکتا ۔ ثروت ارتقا کے معانی کو فکری وعملی ہر دوسطح پر روحانیت کے ساتھ منسلک کرتا ہے ۔ وہ ایک ایسے انسان کی نمایندگی بھی کرتا ہے جو ایک منزل پر پہنچ کر دوسری منزل کا خواہاں ہوتا ہے، جو زمین سے نکل کر آسمان کی پرواز کا قائل ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ میٹھی لوریوں اور مغموم جذبوں کی مٹھاس کا بھی منتظر رہتا ہے۔ ثروت اس انسان کی دل بستگی کے لیے جہاں اسے اساطیری قصّے کہانیوں اور دیومالائی خیالات کی حرفوں میں تجسیم کرتا ہے وہاں اس کے اندر اٹھنے والے ان سوالوں کو بھی بر سرِ قرطاس لاتا ہے جو اس انسان کے مافی الضمیر میں کہیں چھپے ہوتے ہیں ۔وہ واقعات اور حادثات کے مو ضوع کا پس منظر تیار کرتا ہے اور اسے اپنے بیان میں لاتا ہے لیکن یہ واقعات و حادثات اس کا موضوع نہیں ہوتے ہیں اور یہ عمل خالصتاً ایک تخلیقی جوہر کی نشاندہی کرتا ہے۔

ثروت کی نظم '' وصال ''دیکھیے:

''خوشبو کی آواز سنی

غنچۂ لب کے کھلتے ہی

پانی پر کچھ نقش بنے

پرتوِ شاخ کے ہلتے ہی

ساری باتیں بھول گئے

اس سے آنکھیں ملتے ہی‘‘

(۱۶)

ثروت کی شاعری میں رومانیّت کی فضا بڑی کثرت سے ملتی ہے مگر اپنا ایک انفراد لیے ہوئے۔بقول سہیل احمد :

’’ ثروت حسین کا تعلق اس شعری دائرے سے ہے جہاں چھوٹی چھوٹی تصویریں کسی وضاحتی طوالت کے بغیر، اپنے اندر احساسانی اشاریت کو سمیٹ لیتی ہیں۔ایسی شاعری کی تفہیم کے لیے شاعر کی مخصوص شعری زبان، اس کے رویا کی وحدت اور اس کی تمثالوں کے جھرمٹ کی بدلتی ہوئی رنگا رنگ کیفیتوں کو دھیان میں رکھنا پڑتا ہے ‘‘(۱۷)

ثروت حسین کی شاعری میں موت کی طلسماتی حیثیت کا احساس ہے۔موت کے ساتھ اس کی محبت اور قربت کا جذبہ تجسّس کی کیفیت کے زیر اثر پروان چڑھتا ہے ۔ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کہ شاعر تمام زمینی حقائق کی کھوج سے نکل آیا ہے ۔اب موت اگر ایک حقیقت ہے تو اس حقیقت کے لمس کو محسوس کرنے کے بعد کی دنیا کیسی ہوتی ہے۔ چندمقامات پر اس کی نظموں میں گوئٹے کے اس نظریے کی بازگشت سنائی دیتی ہے کہ Death is the comingling of eternity with time. یعنی موت وقت کی ابدیت سے ہم کنار ہونے کا نام ہے۔

(۱۸)

مثلا: یہ ٹکڑے دیکھیے

’’ دوست ہم پھر ملیں گئے

مسافر اور چھکڑا

مسافر اور کشتی

کہیں نہ کہیں ہم پھر ساتھ ہوں گئے

کہیں نہ کہیں

ایک ساتھ ۔۔۔۔۔ ہم سامنا کریں گئے

ہوا کا

اور راستوں کا مسرت اور موت کا ۔۔۔‘‘(۱۹)

’’انجن کے ماتھے کا سورج ،ایک بدن کے لاکھوں ٹکڑے

ہر ٹکڑے میں اک سیّارہ، سیّارے کے دل میں سارہ ۔۔۔۔میں بنجارہ

ہاتھوں میں لے کر انگارہ مٹی کے سینے میں اترا ،بیج میں سویا، پھول میں جاگا

من بیلے میں گونج رہا تھا سائیں مرنا کا اکتارا‘‘(۲۰)

شاعری میں سریت کو تصرف میں لانے کار جحان ہماری جدید شاعری کا ایک خاصہ رہا ہے یہ رجحان ثروت کے ہاں ایک انفرادی شخص کی سطح پر ملتا ہے عموماً جب آپ مِتھ کو شعری متن کا حصہ بناتے ہیں تو تنقیدی شعور اس بات کا متقاضی ہوتا ہے کہ جو پراسراریت آپ شاعری میں لا رہے ہیں اس کی آیا کوئی معنیاتی جہات موجود ہیں اور اگر موجود ہیں تو وہ کس سطح پر ہیں پھر سطح کے تعیّن کے بعدیہ دیکھنا ہوتا ہے کہ جو جہات متعین کی جا رہی ہیں اُن سے کتنے امکانات برآمد ہو سکتے ہیں۔ اور کیا یہ جہات معاشرے اور اپنے عہد کے ساتھ کوئی تعلق قائم کرتی دکھائی دے رہی ہیں یا نہیں۔ ایک اچھے شاعر کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ "Essence of Mythology" کو پوری طرح نبھا رہا ہو اور اُسے عصرِ حاضر کے ساتھ کسی نہ کسی سطح پر جوڑ رہا ہو۔ ثروت کے ہاں سریت کا استعمال نجی سطح یا انفرادی سطح پر نظر آتا ہے۔ وہ سریت کی اصل روح کو نمایاں کرتا ہوا دکھائی تو دیتا ہے۔ مگر وہ اِسے اجتماعی سطح پر پیش کرنے میں کہیں کہیں کامیاب ہوتا ہے ۔بعض جگہوں پر وہ اساطیر کی طرف صرف اشارہ کرتا ہے ،اس کو پورے تہذیبی شعور سے بیان نہیں کر پاتا۔ مذہب سے تعلق ہمیں اُس کی شاعری میں جس سطح پر نظر آتا ہے وہ بھی اساطیری رجحانات سے وابستہ ہے اور اس کے ہاں بنیادی چیز مذہبی اساطیر کے استعمال میں بھی مذہب کی بجائے پراسراریت رہی ہے۔ یا ہم دوسرے الفاظ میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنی شاعری میں مذہب کو "Mythify" کرتاہے۔

غروبِ مہر کی آبادیوں میں راستہ بن کر

وہ اک بلقیسِ کم آثار میرے ساتھ چلتی ہے

(۲۱)

رات باغیچے پہ تھی اور روشنی پتھر میں تھی

اک صحیفے کی تلاوت ذہنِ پیغمبر میں تھی

(۲۲)

فراتِ فاصلہ و دجلہ دعا سے ادھر

کوئی پکارتا ہے دشتِ نینوا سے ادھر

(۲۳)

ثروت کی غزل میں جو مناظر ہمیں نظر آتے ہیں وہ ساکت نہیں بلکہ حرکت بھی کرتے ہیں اور معاشرے سے اُن کی جڑت بھی نظر آتی ہے اور یہ تاثر ہمیں ایک خوشگوار احساس اور تازگی سے سرشار کرتا ہے۔ مگر اس تاثر میں حزنیہ لے کی شدت کی کمی محسوس ہوتی ہے ۔ ثروت مظاہر فطرت کو اپنی شاعری میں جس اندازمیں پیش کرتا ہے وہ انتہائی پرکشش اور نئے پن سے پھرپور تو نظر آتے میں مگر مناظر کا یہ بیان اُن کے جو ہر کو واضح کرنے میں کہیں کہیں کامیابی کی سند حاصل کرتا ہے۔ اُن کی غزل کے بعض اشعار میں مثلاً جہاں حمدیہ لَے لیے وہ فطرت تک رہنے کے باوجود مظاہر کے ذریعے وحدانیت کا حال کہتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ وہاں وہ اپنے تخلیقی جوہر کا مکمل اظہار کرتا ہےمثلاً

دامن زمیں کا تھام لے، تیشے سے اپنے کام لے

تیرے ہی اندر رونما فرماں روائے آب و گلِ

طغیان حیرانی میں ہوں اُس کی ثنا خوانی میں ہوں

جس ہاتھ نے پہلے پہل رکھی بنائے آبِ و گل

(۲۴)

اسی طرح کئی مقامات پر وہ جن فطری مناظر کو اپنے اشعار میں پیش کرتا ہے وہاں یہ تجربہ صرف فطری مناظر کی عکاسی تک ہی محدود رہ جاتا ہے اور شاعر پوری طرح اُن مظاہر کے فطری جوہر کو بیان کرنے میں کامیاب نہیں ہو پاتا۔ گو وہاں بھی تازگی کا احساس بدرجہ اتم موجود ہوتا ہے۔

کسی بھی تخلیق کی حیثیت کا تعین اُس کے تصورِ جمال سے متعین ہوتا ہے اور اُس میں مزید یہ دیکھنا بھی ضروری ہوتا ہے کہ یہ تصورِ جمال تخلیق کار کی بنائی گئی تخلیق میں تصور حقیقت کے کسی پہلو کے ساتھ انصاف کرتا ہے یا نہیں۔ اگر تو یہ تصورِ جمال تصورِ حقیقت کے کسی پہلو سے بحث کرتا ہے تو یہ تخلیق رفعت کے مقام پر فائز ہونے کی اُمیدوار ضرور قرار پاتی ہے۔ ثروت کے ہاں تصورِ حقیقت کی روح اپنی پوری توانائی کے ساتھ تو نہیں نظر آتی مگر اکثر مقامات پر اِس تصور حقیقت کی روح تصورِ جمال سے انفرادی سطح پر جذبے کی فراوانی کا پہلو لے کر بحث ضرور کرتی ہے۔ اگرچہ بارِ دگر یہ چیزاجتماعی سطح پر بہت کم محسوس ہوتی ہے۔

ثروت کے ہاں اگر کہیں مابعد الطبیعاتی مسائل نظر آتے ہیں تو وہ انھیں حسیاتی جہت کے ساتھ منسلک کرتا ہے۔ ۷۰کی دہائی کے بعد کئی شاعروں نے اِس رجحان کو بڑی حد تک اپنایا ہے۔ ثروت جذبے، احساس، تازگی اور حیرت کا نمائندہ شاعر ہے۔ اور بقول سلیم الرحمن:

''ثروت کے خواب آفریں اور دل گداز لہجے میں استغناکا اجلا سکون اصل میں تحیر کے بہت سے رنگوں کی یکجائی ہے ''(۲۵)

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو ثروت کے لہجے نے عہد جدید کےبہت سے غزل گو شعرا کو روایت کے اُن اثرات سے روشناس کرایا ہے جو اُس کے شعری مزاج کا حصہ تھے اور یہ بلاشبہ ایک اہم خدمت ہے۔

حوالہ جات

ثروت حسین، آدھے سیارے پر، لاہور: قوسین پبلی کیشنز، ۱۹۸۷ء،ص۶۳۔

ناصر عباس نئیر،مرتب،مابعد جدیدیت-اطلاقی جہات(حصہ دوم)،لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی۲۰۰۷ء،ص ۲۳۲۔

ثروت حسین،آدھے سیارے پر، ص۷۶۔

ایضاً ، ص ۷۸ ۔

ایضاً، ۳۷۔

غلام حسین ساجد، نئی پاکستانی غزل ، نئے دستخط، لاہور: خالدین پبلی کیشنز، ۱۹۸۱ء ، ص

ثروت حسین،آدھے سیارے پر، ص۷۲،۷۱

ایضاً، ص۷۳۔

ایضاً، ص۵۶۔

ایضاً ص۷۵۔

ایضاً، ص۲۹۔

ایضاً، ص۳۶۔

ثروت حسین،آدھے سیارے پر، ص۷۴۔

ایضاً، ص۴۶۔

ایضاً، ص۷۱۔

ثروت حسین،آدھے سیارے پر، ص۲۳۔

ثروت حسین،کلیات ثروت حسین،کراچی: آج پبلی کیشنز،۲۰۱۵ء ،ص ۱۹۔

https://www.brainyquote.com/quotes/johann_wolfgang_von_goeth_117975

ثروت حسین،آدھے سیارے پر، ص۵۳۔

ایضاً، ص۷۹۔

ایضاً، ص۱۲۶۔

ایضاً، ص۱۴۲۔

ایضاً، ص۸۵۔

ثروت حسین ، خاکدان، اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز،۱۹۹۸ء،ص۴۱۔

ثروت حسین،آدھے سیارے پر، بیک فلیپ۔